

## حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ

ایک بلند پایہ محدث، مایہ ناز ادیب اور خدا ترس مہتمم  
 سابق استاذ: دارالعلوم دیوبند، انڈیا  
 (پہلی قسط)  
 حال استاذ: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

راقم الحروف نے اپنی جوانی کے آغاز میں جب وہ درجاتِ متوسطہ کا طالب علم تھا محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ کی زندگی کا وہ زمانہ پایا ہے جس میں وہ اپنے قائم کردہ دینی ادارے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں شیخ الحدیث و مہتمم کی حیثیت سے ملک و بیرون ملک سے آئے ہوئے مہمانانِ رسول ﷺ اور طلب علم کے پیاسوں کی علمی و تربیتی آبیاری فرما رہے تھے، اور ساتھ ساتھ فتنوں کے تعاقب اور بالخصوص تحریک ختم نبوت کی قیادت میں سرگرم عمل تھے۔ میرے لیے یہ ممکن تو تھا کہ حضرت والا کی زندگی کے اسی دور میں آپ کے قائم کردہ دینی ادارے میں ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے داخلہ لے لیتا اور آپ کی زیارت اور آپ کے علوم و برکات سے استفادہ کا شرف حاصل کر لیتا، لیکن ایسا اس لیے نہ ہو سکا کہ میں شہری آبادیوں سے دوران علمائے کرام کے پاس صرف و نحو، منطق و فلسفہ اور علم کلام و ہیئت اور دیگر فنون کی تعلیم میں مصروف تھا، جو یکسوئی اور صبر و قناعت کے ساتھ دیہات میں مقیم اور تدریس میں منہمک تھے اور انہیں شہری زندگی سے کوئی تعلق و رابطہ نہیں تھا، وہ اللہ فی اللہ پڑھاتے تھے، نہ ان کے اندر راحت و آسائش کی رغبت تھی اور نہ ہی تنخواہ و معاوضہ لینے کی تمنا! بلکہ وہ اپنی تمام تر توانائیاں مطالعہ اور پڑھانے پر خرچ کرنے کے عادی تھے۔

ابتدائی اور متوسط درجات کی تعلیم کو مذکورہ دور افتادہ دیہاتی علاقوں میں ترجیح دینے کی وجہ یہ تھی کہ اس ماحول میں یہ مشہور تھا کہ صرف و نحو، منطق و فلسفہ اور دیگر فنون کی تعلیم پر ان دیہات کی مساجد و حجروں میں پڑھانے والے اساتذہ کرام جو توجہ دیتے ہیں ایسی توجہ شہروں کے ماحول میں قائم مدارس کے اندر پڑھانے والے اساتذہ کرام طلبہ کی کثرت کی وجہ سے نہیں دے پاتے۔ ہاں! علوم نقلیہ جیسے:





کو بالآخر دارالعلوم دیوبند پہنچا ہی دیا، جس کی محبت نے میرے دل کو ایک بے خودی اور مدہوشی کی کیفیت میں مبتلا کر دیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند میں رواں صدی ہجری کے پہلے سال یعنی ۱۴۰۱ھ کو احقر نے دورہ حدیث میں داخلہ لیا اور اساتذہ دارالعلوم کے پاس احادیثِ نبویہ کی مشہور کتبِ ستہ کے ساتھ ساتھ دورہ حدیث کے نصاب میں شامل دیگر کتب حدیث پڑھنے اور اکابر و اسلاف کے حالات سے واقف ہونے کا بہترین موقع نصیب ہوا۔

اس موقع پر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے مزید آگاہی کی سعادت میسر ہوئی، اس لیے کہ ترمذی شریف جلد اول کی تدریس حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم (موجودہ شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) سے متعلق تھی اور وہ سبق کے دوران کتب حدیث کی مختلف شروح اور بالخصوص ”معارف السنن شرح سنن الترمذی“ کا حوالہ کثرت سے دیا کرتے تھے اور طلبہ کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دیتے ہوئے اس کی اہمیت اور حضرت علامہ بنوری کے علمی مقام کا تذکرہ فرماتے اور ان کو حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) کے خصوصی شاگرد اور ان کے علوم کا امین و ترجمان قرار دیتے ہوئے ”معارف السنن“ کو ترمذی شریف کی دیگر تمام شروح پر فوقیت و ترجیح دیتے تھے۔

میرے پاس نہ تو اپنی ذاتی ”معارف السنن“ تھی اور نہ ہی اس کے خریدنے کی استطاعت! اس لیے کہ میں ایک ایسا غریب الوطن مسافر طالب علم تھا کہ چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ”معارف السنن“ تو درکنار ایک معمولی قلم و کاپی خریدنا بھی میرے لیے مشکل تھا، لہذا میں فرصت کے وقت دارالعلوم کی لائبریری میں اس کے محدود اوقات کے اندر جا کر کتب حدیث کی شروح کا بالعموم اور ”معارف السنن“ کا بالخصوص مطالعہ کرنے کی کوشش کرتا۔ ”معارف السنن“ کے علمی مباحث نے مجھے بے حد متاثر کر دیا جو حدیث و اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، صرف و نحو اور علم لغت کی تحقیقات اور اختلافی مسائل کے اندر مشہور اکی آراء و دلائل اور پھر ان دلائل کی روشنی میں مسلکِ راجح کی تعیین اور مسالکِ مرجوحہ کے دلائل کے علمی جوابات پر مشتمل ہوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ”معارف السنن“ کی عربی شتہ اور ادبی زبان اور مرتب و منظم انداز سے بھی میں کافی متاثر ہوا اور اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑا کہ ”معارف السنن“ میں بعض ایسے دقیق و باریک مباحث بھی موجود ہیں جو ”فتح الباری شرح صحیح البخاری“ اور ”عمدة القاری شرح صحیح البخاری“ میں (ان دونوں کے بلند علمی مقام کے اعتراف کے باوجود) دستیاب نہیں، اور یہ بات اس وجہ سے باعثِ تعجب نہیں کہ حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”معارف السنن“ میں بعض علمی تحقیقات کے اندر ”فتح الباری“ اور ”عمدة القاری“ کے ساتھ

جو آدمی نرمی سے محروم ہے، وہ نیکی سے بھی محروم ہے۔ (حضرت محمد ﷺ)

ساتھ دسیوں دیگر علمی و تحقیقی مراجع کی طرف رجوع فرماتے ہوئے ان سب کا خلاصہ قاری کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور پھر اپنے استاذِ محترم حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ کی اگر کوئی مخصوص تحقیق ہو یا خود ان کی اپنی کوئی تحقیق ہو اس سے بھی قاری کو نوازتے ہیں۔

’معارف السنن‘ کی جامعیت کو دیکھ کر احقر نے یہ طے کر لیا تھا کہ صرف ترمذی شریف کی احادیث اور ان سے متعلقہ مسائل و مباحث کے حل کے لیے نہیں، بلکہ صحیحین اور حدیث کی دیگر داخل نصاب کتابوں کی احادیث اور حل طلب مسائل و مباحث کی تشریح کے لیے بھی اس سے استفادہ کروں گا، اس لیے کہ حضرت علامہ بنوری ؒ اپنی کتاب کے اندر کسی علمی موضوع کی تحقیق و تشریح کرتے ہوئے صرف سنن ترمذی کی احادیث پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ موضوع سے متعلق صحیحین اور حدیث کی دیگر کتابوں کی احادیث کو بھی ذکر کرتے ہوئے ان کی تشریح اور ان کے درمیان تطبیق بیان کرتے ہیں۔ البتہ ایک مشکل ضرور درپیش تھی کہ میرے پاس نہ تو اپنی ’معارف السنن‘ تھی اور نہ ہی خریدنے کی استطاعت، تاکہ جب بھی رات یا دن میں فرصت ملتی تو اس کے مطالعہ سے اپنی علمی پیاس بجھانے کی کوشش کرتا، ادھر دارالعلوم کی لائبریری کے اوقات محدود تھے اور دورہ حدیث کے طالب علم ہونے کی بنیاد پر خود میری فرصت کے اوقات بھی محدود تھے، اس وجہ سے ’معارف السنن‘ کا تفصیلی مطالعہ میرے لیے مشکل تھا، لیکن اس کے اجمالی اور جزوی مطالعہ سے بھی میں نے کافی فائدہ محسوس کیا اور کتاب اور مؤلف ؒ دونوں سے عقیدت و محبت میں اضافہ ہوا اور مؤلف محترم حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ کی زندگی اور عادات و خصائل سے واقف ہونے کی رغبت بڑھ گئی۔

### دارالعلوم دیوبند میں احقر کا تدریسی مشغلہ اور پھر کراچی منتقلی

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اپنے اساتذہ کرام کے حکم و مشورے سے احقر نے اپنی مادر علمی ہی میں تدریس کی خدمت انجام دینے کی درخواست پیش کی اور دارالعلوم کے نظام کے مطابق اکابرین کی ایک کمیٹی نے انٹرویو لیا اور بحیثیت مدرس احقر کا تقرر عمل میں آیا، اور دس سال تک تدریس اور مسجد دارالعلوم کی امامت و خطابت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انجام دیتا رہا، ان دس سالوں میں دارالعلوم دیوبند اور اس کی پُر کیف علمی و عملی فضاء سے محبت و تعلق اتنا مضبوط ہو گیا کہ میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ اپنی زندگی میں کبھی اس بابرکت ماحول سے جدا ہوں گا، بلکہ یہی تمنا دل میں بسی ہوئی تھی کہ اپنی زندگی کی آخری رمت تک یہیں رہوں اور یہیں سے میرا جنازہ اُٹھے، لیکن چونکہ تقدیر خداوندی کچھ اور تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ مجھے زندگی ہی میں دارالعلوم

جب تین آدمی سفر کو جائیں تو ایک کو اپنا سردار بنالیں۔ (حضرت محمد ﷺ)

دیوبند کو خیر باد کہنا پڑا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۴۱۲ھ ماہ شعبان میں میرے والد ماجد کا مصافحہ ”کوئٹہ“ میں انتقال ہو گیا اور اپنے پیچھے میری والدہ محترمہ اور خود میرے علاوہ مزید چھ بیٹے اور دو بیٹیاں سو گوار چھوڑیں، اور چونکہ ایسی صورت حال میں اپنی والدہ محترمہ اور چھوٹے بھائیوں اور بہنوں کی خدمت و دیکھ بھال کی ذمہ داری مجھ ہی پر عائد ہوتی تھی، اس لیے والدہ محترمہ مدظلہا نے مجھے دیوبند سے پاکستان منتقل ہونے اور وہاں پرتدریس کے ساتھ ساتھ اپنے خاندان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری انجام دینے کا حکم دے دیا، مذکورہ بالا ضرورت اور والدہ محترمہ کے دو ٹوک حکم کے بعد میرے لیے سرتسلیم خم کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا، چنانچہ غم فراق کو برداشت کرتے ہوئے ماہ شوال ۱۴۱۲ھ کو دارالعلوم دیوبند سے کراچی منتقل ہو گیا۔

### میرے مستقبل کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کے ایک طالب علم کا خواب

جس وقت احقر دارالعلوم دیوبند میں مدرس اور امام و خطیب کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہا تھا اور دارالعلوم دیوبند سے جدائی کا کوئی تصوّر بھی ذہن میں نہیں تھا، اس وقت کی بات ہے کہ ایک بنگلہ دیشی طالب علم عزیز القدر مولوی مسعود الرحمن صاحب نے مجھے ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ کو بتایا کہ انہوں نے آج یہ خواب دیکھا ہے کہ: ”احقر کسی دارالحدیث میں صحاح ستہ میں سے کوئی کتاب پڑھا رہا ہے اور سامنے کچھ طلبہ بیٹھے ہوئے ہیں جن کو میں (خواب دیکھنے والا) نہیں جانتا۔“ عزیز القدر مولوی مسعود الرحمن صاحب دارالعلوم کے ایک باصلاحیت اور نیک و صالح طالب علم تھے جو سال ہفتم سے فارغ ہو کر چھٹیوں کے بعد دورہ حدیث میں جانے والے تھے۔ موصوف کے مذکورہ خواب کی تعبیر جو اس وقت سمجھ میں آئی، یہ تھی کہ ان شاء اللہ! خدمت حدیث کا موقع نصیب ہوگا، لیکن دارالعلوم دیوبند کے علاوہ کسی ایسے دینی مرکز کے اندر جسے خواب دیکھنے والے نے اب تک نہ دیکھا ہو۔

### دارالعلوم دیوبند سے جدائی کا غم

جب احقر نے دارالعلوم دیوبند کو الوداع کہا اور کراچی منتقل ہوا تو دارالعلوم کے غم فراق نے مجھے اتنا بے تاب و بے قرار کر دیا تھا کہ میری مثال اس تڑپتی ہوئی مچھلی کی تھی جو تالاب سے الگ کر دی گئی ہو، اس لیے کہ دارالعلوم دیوبند کی یہ خصوصیت ہے کہ اگر کوئی طالب علم صرف ایک ہی سال وہاں پڑھ کر فارغ التحصیل ہو جاتا ہے اور اگلے سال اس کو جانا پڑتا ہے تو وہ غم فراق میں تڑپتے ہوئے اپنی مادر علمی سے جدائی کو بڑی مشکل سے برداشت کرتا ہے، اب غور فرمایا جائے جس شخص کو فراغت کے بعد وہاں پر مزید دس سال تک اپنے اساتذہ کرام کی زیر سرپرستی تدریس کرنے اور امامت و خطابت کا

جو آدمی کسی برائی میں حاضر ہوا اور اس سے راضی ہوا تو اس نے خود وہ برائی کی۔ (حضرت محمد ﷺ)

فریضہ انجام دینے کا موقع نصیب ہوا ہوا اور مجموعی طور پر گیارہ سال اس فضاء میں رہ کر دارالعلوم دیوبند کی محبت اس کی رگ و پے میں پیوست ہو چکی ہو، ایسے شخص کے لیے دارالعلوم کا فراق کتنا مشکل ہوگا؟ خلاصہ یہ کہ دارالعلوم دیوبند سے کراچی منتقلی کے بعد اگرچہ اللہ کی توفیق سے تدریس سے تو وابستہ رہا، تاہم دارالعلوم دیوبند کو یاد کرتے ہوئے یہ تمنا دل و دماغ میں برابر قائم رہی کہ کسی ایسے مرکز میں خدمت کا موقع ملے جس کا ماحول دارالعلوم دیوبند سے ملتا جلتا اور اس کی فضاؤں میں اسی کی خوشبو مہک رہی ہو! اس تمنا و بے قراری میں تین سال کا عرصہ گزر چکا اور مجھے یہ اُمید تھی کہ ان شاء اللہ! کسی ایسے مرکز میں خدمت کا موقع ملے گا جو دل بے قرار کے لیے مرہم بنے گا، اس لیے کہ میں نے دارالعلوم کو کسی ذاتی مصلحت کے تحت نہیں بلکہ والدہ محترمہ کی خدمت اور اپنے چھوٹے بھائیوں، بہنوں کی دیکھ بھال کی ضرورت کے تحت خیر باد کہہ دیا تھا، اور والدہ محترمہ برابر میرے لیے دعائیں بھی فرما رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ اسے قابلِ اطمینان مرکز میں خدمت کا موقع عنایت فرمادیں، بالآخر والدہ محترمہ کی دعائیں رنگ لے آئیں اور میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے منسلک ہو گیا۔

**جامعہ بنوری ٹاؤن میں احقر کی تقرری اور حضرت علامہ بنوری کے تفصیلی حالات سے واقفیت**

دارالعلوم دیوبند کے فراق کا غم اور اس کے متبادل کی تمنا کو دل میں لیے ہوئے کراچی میں تین سال کا صبر آزما مرحلہ گزر گیا، جس کے بعد دارالعلوم دیوبند کی نسبت کی برکت اور اپنی والدہ محترمہ کی شب خیز دعائیں رنگ لے آئیں اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی (جسے اگر پاکستان کا دارالعلوم دیوبند کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا) کے مہتمم حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ شہادت ۱۴۱۸ھ) نے مجھے ماہ شوال ۱۴۱۵ھ کو جامعہ میں تدریس اور عربی مجلہ ”البینات“ کے اجراء کو عملی جامہ پہنانے اور اس کے مدیر کی حیثیت سے ذمہ داری انجام دینے کی دعوت دی، اور مجھے چونکہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی چند دفعہ زیارت کا موقع اس وقت نصیب ہوا تھا، جب میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھا، میں اس وقت سے ہی جامعہ بنوری ٹاؤن کے پرفیکٹ علمی ماحول سے کافی متاثر ہو گیا تھا اور اس کی فضاؤں میں دارالعلوم دیوبند کی مہک محسوس کر چکا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے بانی حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام سے ان کی کتاب ”معارف السنین“ اور اپنے اساتذہ کے توسط سے واقف ہو چکا تھا، اس لیے کراچی منتقلی کے بعد میرے دل میں یہ تمنا چھپی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس علمی مرکز میں خدمت کا موقع عنایت فرمادیں، البتہ شرم و حیا کی وجہ سے اس تمنا کو زبانی یا تحریری طور پر جامعہ بنوری ٹاؤن کے ارباب انتظام کے سامنے ظاہر نہیں کر پا رہا تھا، اس لیے

کوئی آدمی تم میں سے ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (حضرت محمد ﷺ)

کہ نہ تو میں نے اس جامعہ میں پڑھا تھا اور نہ ہی ایک سرسری جان پہچان کے علاوہ اربابِ انتظام حضرات سے کوئی پختہ تعلق و رابطہ تھا۔

جب حضرت مولانا محمد حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ نے از خود وہاں پر خدمت کرنے کی دعوت دی تو میں نے ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اس یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نعمت کا اصل سبب میری علمی یا عملی صلاحیت نہیں، اس لیے کہ مجھ سے علمی و عملی صلاحیتوں میں کئی گنا فائق خود جامعہ بنوری ٹاؤن اور دیگر مدارس کے ایسے فضلاء موجود ہیں جن کو ان کی گہری تمنائوں کے باوجود اس جامعہ میں خدمت کا موقع نہیں ملتا، اور میں نہ تو اس جامعہ کا فاضل ہوں اور نہ کسی ممتاز صلاحیت کا حامل، اور نہ ہی اربابِ انتظام حضرات میں سے کسی سے کوئی خصوصی تعلق و واسطہ رہا ہے، پھر بھی مجھے خود جامعہ کی طرف سے دعوت دی جا رہی ہے! یقیناً اس میں کچھ دیگر اسباب کارفرما ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم، دارالعلوم دیوبند کی نسبت اور والدہ محترمہ کی دُعا میں۔

بہر صورت! اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت مولانا محمد حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ماہِ شوال ۱۴۱۵ھ کو جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے احقر بحیثیت مدرس اور مدیر مجلہ عربی ”البینات“ وابستہ ہو گیا اور یہیں سے حضرت علامہ بنوری قدس سرہ کے تفصیلی حالات سے واقفیت کا ایک نیا موقع میسر ہوا، اس لیے کہ اگرچہ ان کی وفات کو تو تقریباً اٹھارہ سال کا عرصہ گزر چکا تھا، تاہم جامعہ کی چار دیواری کا ہر ہر کونہ اور ان کے بنائے ہوئے اور سجائے ہوئے دارالحدیث کا ہر ہر زاویہ زبانِ حال سے ان کی زندگی کی ترجمانی کر رہا تھا، اور جامعہ میں موجود ان کے فیض یافتہ لائق و فائق شاگرد حضرات کے توسط سے ان کے ایمان افروز واقعات، اخلاقِ فاضلہ، تقویٰ، اخلاص، دینی حمیت اور خداداد صلاحیتوں کا پتہ چلتا رہتا تھا۔

مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں خدمتِ حدیث کا موقع عنایت فرمایا اور تادمِ تحریر (۱۴۲۱ھ) اس خدمت کو تقریباً چھبیس سال کا عرصہ بیت چکا ہے، اس عرصے میں ایک طرف حضرت علامہ بنوری قدس سرہ کے تفصیلی حالات سے واقفیت کا موقع میسر ہوا، دوسری طرف ان کی تصانیف کا مطالعہ اور بالخصوص ”معارف السنن شرح سنن الترمذی“ کا تفصیلی مطالعہ نصیب ہوا، کیونکہ جامعہ میں سترہ سال سے ترمذی شریف کا سبق مجھ سے متعلق اور اس مناسبت سے ”معارف السنن“ خصوصی طور پر زیر مطالعہ ہے، اس لیے کہ ترمذی شریف کی اس سے بہتر اور مفصل کوئی شرح نہ تو اب تک میرے علم کے مطابق لکھی گئی ہے اور نہ ہی بظاہر لکھی جاسکے گی۔



دو خصلتیں کسی ایمان دار آدمی میں جمع نہیں ہیں: ایک بخل، دوسری بد خلقی۔ (حضرت محمد ﷺ)

حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد احقر نے چاہا کہ ان کی زندگی اور ایمان افروز واقعات سے متعلق ایک مضمون اس اعتراف کے ساتھ قلمبند کروں کہ حضرت والا کی سیرت عالیہ میری ٹوٹی پھوٹی تحریر کی محتاج ہرگز نہیں، میرا مقصد صرف یہ ہے کہ حضرت کی زندگی سے خود بھی راہنمائی حاصل کرتے ہوئے قیامت کے دن ان کے محبین میں شامل ہو جاؤں اور اپنے ہم عصر حضرات کو بھی ان کے حالات یاد دلاتے ہوئے ان جیسے اکابرین کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب دوں۔

## حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت و پرورش

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت حسین سادات کے ایک خاندان میں بروز جمعرات بوقت سحر بتاریخ ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء ”پشاور“ کے مضافات میں واقع ایک بستی ”مہابت آباد“ میں ہوئی۔ آپ کے نوس جد امجد حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کو مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی جائے پیدائش ”بُور“ تھی جو ریاست پٹیالہ میں سرہند کے قریب ایک قصبہ کا نام ہے، اسی کی نسبت سے آپ کی اولاد ”بنوری“ کہلاتی ہے۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب آگے حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما نواسہ سید الا ولین والاخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

بچپن ہی میں آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا اور آپ کے والد محترم حضرت مولانا سید محمد زکریا صاحب بنوری اور آپ کی پھوپھی صاحبہ نے پرورش و تربیت کی ذمہ داری سنبھالی۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا سید محمد زکریا صاحب بنوری ایک متقی و پرہیزگار عالم دین اور طبیبِ حاذق تھے، اور آپ کی پھوپھی صاحبہ بھی ایک عابدہ، زاہدہ اور اللہ والی خاتون تھیں، ان دونوں نے ایک پاکیزہ ماحول میں آپ کی پرورش و تربیت فرمائی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بچپن میں سچے کی تربیت کا اثر اس کی آنے والی زندگی پر پڑتا ہے۔ اگر صاف و عمدہ ماحول میں مناسب انداز کے ساتھ اس کی تربیت کی گئی ہو تو اس کے مثبت و خوشگوار اثرات اس کی آنے والی زندگی میں نمودار ہوتے ہیں، اور اگر اس کی تربیت پر توجہ نہ دی گئی ہو اور اس کو ناکارہ ماحول میں رہنے دیا گیا ہو تو اس کے منفی و خراب اثرات اس کی زندگی میں نظر آتے ہیں۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت و پرورش کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے والد ماجد اور پھوپھی صاحبہ کو منتخب فرما کر بچپن ہی سے ان کو صراطِ مستقیم پر لگانے اور ناکارہ ماحول سے بچانے کا انتظام فرمایا۔

## ابتدائی تعلیم

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم اپنے والد ماجد حضرت مولانا سید محمد زکریا بنوری رحمۃ اللہ علیہ

اگر تین آدمی ایک ساتھ بیٹھے ہوں تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں کہ تیسرا اس سے آزرده ہو جائے۔ (حضرت محمد ﷺ)

اور اپنے ماموں جناب مولانا فضل صدیقی سے پڑھا۔ صرف و نحو، فقہ و اصول فقہ، منطق و فلسفہ، معانی و ادب وغیرہ کی کتابیں کچھ ”پشاور“ کے علماء سے اور کچھ اپنے والد ماجد کے ساتھ کابل جا کر وہاں کے علماء سے پڑھیں، اس وقت کے مشہور اساتذہ میں سے شیخ حافظ عبداللہ بن خیر اللہ پشاوروی اور حضرت مولانا عبدالقدیر افغانی (قاضی مرانہ محکمہ شرعیہ جلال آباد) اور شیخ محمد صالح افغانی تھے۔

آپ کے والد ماجد چونکہ ایک طبیب حاذق بھی تھے، اس لیے ان کی طبی مہارت، دیانت و تقویٰ اور خاندانی وجاہت کی بنیاد پر کابل حکومت کے بادشاہ امیر امان اللہ خان اور وزراء و دیگر اعلیٰ افسران ان کی بڑی عزت کرتے تھے اور ان سے علاج معالجہ کراتے تھے، اسی مناسبت کے تحت حضرت بنوری ﷺ نے بھی اپنے والد ماجد کے ساتھ کابل جا کر وہاں کے علماء سے کچھ کتابیں پڑھ کر استفادہ کیا۔ اسی زمانے میں امیر امان اللہ خان کے ایک وزیر نے جو جدید عربی ادب اور مصری طرز انشاء سے شغف رکھتے تھے، حضرت بنوری ﷺ کی ذہانت اور علمی انہماک کو دیکھ کر کچھ جدید مصری ادب کی کتابیں ہدیہ کیں، حضرت بنوری ﷺ نے ان کا مطالعہ کر کے خوب استفادہ کیا اور عربی ادب میں ایسی مہارت حاصل کر لی کہ ششہ عربی زبان میں بولنے اور ادبی طرز نگارش میں لکھنے لگے۔ (جاری ہے)



## ایصالِ ثواب کی درخواست

جامعہ کے استاذ حضرت مولانا عمران عیسیٰ صاحب کی والدہ محترمہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۲۰۱۹ء بروز منگل کراچی میں انتقال کر گئیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ، اِنَّا لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ، اِنَّا لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ، اِنَّا لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ۔  
 اَللّٰہُمَّ اغْفِرْ لَهَا وَاَرْحَمْهَا وَاَعْفُ عَنْهَا وَاَكْرِمْ نَزْلَهَا وَاَسْعِدْ مَدْخَلَهَا۔  
 دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے، کامل مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آمین بجاہ النبی الامی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔  
 قارئینِ مینات سے مرحومہ کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔